

# ساتھ دوپل کا



ریحان فرید

# \* ساتھ دو پل کا !!! \*

\* پہلی قسط \*

تحریر : ریحان فرید

مسلسل کئی روز کے معمولات کے مطابق آج بھی سورج کے نکلنے کی کوئی نشان نہ تھی آسمان کے ہر سو گھنی بدلی چھائی ہوئی تھی اور بارش موسلا دھار تو نہیں لیکن بھینی بھینی ہواؤں کے ساتھ برسات کے ہلکے ہلکے قطرے ہولے ہولے زمین کی ہریالیوں اور درختوں کے پتوں سے رو بہ کلام تھے۔

کسان معمول کے مطابق سویرے ہی اپنے اپنے گھروں سے کھیتوں کی آبیاری اور کاشتکاری کے لیے نکل چکے تھے یہ سب اس گاؤں کی بات ہے جو چاروں طرف سے پہاڑوں اور جنگلوں سے گھرا ہوا ہرن پور کے نام سے مشہور و معروف ہے اس گاؤں کے باشندوں کا ذریعہ معاش دو ہی تھے ایک مویشی کی تجارت ، دوسری کاشتکاری۔ ہرنپور جہاں اپنے گود میں بڑے بڑے پہاڑیں اور ان پہاڑوں کی وادیوں سے بل کھاتی ایک ندی پال رکھا ہے وہیں اپنے سینے میں پورے صوبہ میں سب سے بڑی

مویٹی منڈی بسائے رکھنے سے ہر علاقے کے لوگوں کی نگاہوں کا مرکز اور ان کے دلوں میں اپنی جگہ بنائے ہوئے تھا، وہاں کے وہ باشندیں جو تجارت سے جڑے ہوتے تھے وہ دور دور سے مویشیاں خرید لاتے تھے اور بروز جمعرات کو پہاڑ کے دامن میں لگنے والی منڈی میں دور دراز سے آئے ہوئے تاجروں کے پاس فروخت کرتے تھے۔ اس گاؤں کے لوگ ہر اعتبار سے خوش حال اور پر سکون زندگی تو گزار رہے تھے لیکن میدانِ تعلیم میں بہت ہی کچھڑے ہوئے تھے۔ جس کا احساس اس گاؤں کے ایک خاندان کو بڑی شدت کے ساتھ تھا جس کے ہاتھوں پورے گاؤں کی سرداری تھی یوں تو حکومت کی طرف سے پولیس سٹیشن کا تعین تھا لیکن وہاں کے مسلم لوگ اپنے سردار کی قدر زیادہ کرتے تھے اور اس کا ہر جائز اور شریعت کے موافق فیصلہ پر سر تسلیم خم کرتے تھے۔ اس سردار کا نام حفیظ الدین اور اس کی اہلیہ کا نام رابعہ تھا ان دونوں کے کل دس اولاد تھے پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں، چونکہ اس وقت یہاں حصولِ تعلیم کے لیے سہولیات میسر نہیں تھیں اس لیے اکثر کی تعلیم نہ ہو پائی اور یوں ابتدائی تعلیم حاصل کر کے ہی سب لڑکے تجارت اور کاشت کاری سے جڑ گئے اور پانچوں لڑکیوں کی شادی ہو گئیں! ہاں مگر پانچ بھائیوں میں سے ایک جس کا نام اظہر الدین تھا کو سردار صاحب نے وطن کی خدمت اور مسلم قوم کے معیار بلند کے لیے فوجی بنایا جو اب ریٹائرمنٹ ہو کر کپڑے کی بڑی تجارت سے جڑے ہوئے ہیں۔۔۔!!! اظہر الدین صاحب کی شادی پاکستان کے سرحد سے متصل پنجاب کے موہالی شہر میں ایک خوش مزاج، معاملہ فہم، نیک سیرت، خوبصورتی میں بے نظیر و بے شیل، تعلیمی ترقی کی دلدادہ قناعت پسند سکینہ اظہر نامی خاتون سے ہوئی تھی اور ان دونوں کے کل چار اولاد تھی؛ دو لڑکے اور دو لڑکیاں۔۔ لڑکیاں بڑی تھیں اور لڑکے چھوٹے تھے سب کے نام کچھ یوں ہیں :



حنا

ساجدہ

احمد

اور محمود۔

حنا کی تعلیم کے لیے حنا کے والدین سے لے دادا دادی اور خاندان کے سارے افراد متفکر تھیں کہ حنا کسی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ہمارے گاؤں کا نام روشن کرے اور جہالت کا جو مہر ہمارے گاؤں پر صدیوں سے لگا ہوا ہے اسے مٹا دے !!! یہی وجہ ہے کہ لڑکی ہونے کے باوجود حنا کو کبھی بھی گھر کے کسی کام پر کوئی ہاتھ تک لگانے نہیں دیتا تاکہ ہر لمحہ حنا کا دل و دماغ تعلیم ہی سے منسلک رہے اور اس کے خواب و خیال میں بھی تعلیم ہی گردش کرے۔۔۔

حنا کا سکول حنا کے گھر سے قریب دس کیلومیٹر کی دوری پر واقع تھا لیکن کبھی وہ کلاس سے غیر حاضر نہیں ہوئی اور نہ ہی کبھی سکول ناگہ کی کیونکہ ہر روز کبھی اس کے والد انظر الدین صاحب تو کبھی اس کے چچاؤں میں سے کوئی تو کبھی اس کے دادا سردار حفیظ الدین صاحب وقت پر سکول چھوڑ آتے تھے اور واپس گھر لے آتے تھے ہمیشہ سائیکل پر تو کبھی یوں حنا کو کندھے پہ اٹھائے پیدل ہی چل دیتے تھے۔۔۔!!!

کیا ضرورت ہے اس لڑکی کی اس قدر ناز و نخرے اٹھانے کی اور اس حد تک اسے لاڈ پیار کرنے کی؟؟ حنا کی بڑی چچی جسے وہ بڑی اماں جان کہہ کر پکارتی تھی نے اپنے شوہر سیف الدین سے بند کمرے میں کہا !!!



کیا مطلب تمہارا کون سی لڑکی؟؟؟ کس لڑکی کی بات کر رہی ہو تم !!! سیف الدین صاحب اپنی بیوی کی بات سن کر حیرت سے بولے۔

اور کون ہو سکتی ہے وہی جسے پورے گھر اور گاؤں والے سر پہ اٹھائے لیے پھرتے ہیں، جس کے قدموں کو کبھی زمین پر پڑنے نہیں دیتے ہیں، جسے اگر ایک معمولی کانٹا بھی چبھ جائے تو گھر کے سارے افراد کے بدن چھلنی ہو جاتے ہیں اور گاؤں سے نیند غائب ہو جاتی ہیں اور ہر گھر اور جھونپڑی سے درد کی ٹیسیں نکلتی ہیں، جسے اگر ہلکی سی سردی بھی لاحق ہو جائے تو پل بھر میں گاؤں کے سارے حکیم جمع ہو جاتے ہیں۔۔۔ حنا کی بڑی اماں حمیرہ بیگم منہ بسور کر بولتی گئی۔۔۔۔۔ یعنی کہ تم ہماری پیاری بچی حنا کی بات کر رہی ہو !! سیف الدین صاحب متعجب ہو کر بولے۔ خدا کا شکر ہے کہ دیر آئی درست آئی سمجھ تو آئی۔۔!! حمیرہ بیگم طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ بھلا آپ کے بھی تو بچے ہیں آپ اس کی اتنی فکر کیوں نہیں کرتے اور اگر آپ اپنے لڑکے پہ اس قدر توجہ دیے ہوتے تو وہ کبھی بھی کسی امتحان میں ناکام نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ درجہ اول سے کامیابی حاصل کرتا جاتا۔۔۔!! حمیرہ بیگم شاید اور کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سامنے سے سیف الدین صاحب کی گرجدار آواز بلند ہوئی جس سے حمیرہ بیگم کی روح تک لرز گئی۔

بسبس حمیرہ بیگم بسبس اگر اس سے آگے ایک بھی لفظ تم نے اپنی زبان سے نکالی تو میں تمہارا وہ حشر کروں جس سے دنیا کی ہر باغی عورت یاد رکھے گی !! تمہاری زبان سے نکلی ہر ہر لفظ سے خاندان سے بغاوتی کی بو آ رہی ہے اور محبت کے بندھن میں بندھے ایک مضبوط خاندان میں پھوٹ ڈال کر اسے بکھیر دینے کی بڑی احمقانہ سازش کا پتہ چلتا ہے !!! اگر مجھے اپنے سردار باپ کی سرداری کا پاس و

لحاظ نہ ہوتا تو میں ابھی اسی وقت تمہاری زبان کھینچ لیتا!!!! سیف الدین صاحب رعب دار آواز میں گرجتے رہے جس حمیرہ بیگم کو یوں محسوس ہوتا گیا گویا کہ اس پر بجلیاں گر رہی ہوں!!

کیا تم بھول گئی کہ ہمارے بڑے لڑکے عارف سیف تعلیم کے سلسلے میں ہم سے زیادہ حنا کے والدین اور ابا جان اور گھر کے دیگر افراد کی محنت شامل تھی اور اس نالائق پر اعتبار کر کے آٹھویں کلاس ہی میں اسے ہاسٹل بھی بھیج دیا تاکہ گاؤں کی ہر پریشانی سے آزاد وہ شہر میں رہ کر اپنا بیشتر وقت پڑھائی میں دے سکے!! لیکن کیا ہوا اس کمبخت نے تو ہمیں کہیں سر چھپانے کے لائق بھی نہیں چھوڑا!!!

میٹرک میں سارے سبجیکٹ میں فیل اور لڑکیوں کے ساتھ عاشقی اور بد تمیزی کے سیکڑوں معاملات درج!!!! پھر بھی میرے چھوٹے بھائی اظہر الدین اور اس کی اہلیہ سکینہ کی وسعتِ قلبی دیکھو کہ انہوں نے اپنی لڑکی حنا کی شادی ہمارے لڑکے کمبخت عارف سیف کے ساتھ کرنے کا عہد والدین اور پورے گھر والوں کے سامنے کیا کہ حنا کی تعلیم مکمل ہوتی ہی ان دونوں کا نکاح کر دیا جائے گا!!!!

اب تو تمہیں بھی اس کی تربیت و تعلیم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے کہ وہ پڑھ لکھ کر تمہاری بہو بن کر تمہارے پاس آئے گی۔۔۔ سیف الدین صاحب اپنی اہلیہ کو متنبہ کرتے ہوئے مزید کچھ کہنا چاہتے تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی!!! بڑی اماں چچا جان کو دادا جان بلا رہے ہیں۔۔۔۔!!

سیف الدین صاحب حنا کی آواز سنتے ہی فوراً کمرے سے نکلے اور اپنے والد سردار حفیظ الدین صاحب کے کمرے کا رخ کیے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ نے مجھے یاد کیا ابا جان!! سیف الدین صاحب اپنے والد کا کمرہ پہنچتی سلام پیش کرتے ہوئے گویا ہوئے۔

ہاں بیٹا! دراصل حنا کے اسکول جانے کا وقت قریب ہو رہا ہے اور سب کے سب کھیت گئے ہوئے ہیں اور میری طبیعت بھی کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی اس لیے تم اسے چھوڑ آؤ۔!! سردار صاحب اپنے بیٹے سے کہا۔

ابا جان بھلا میرے رہتے ہوئے آپ کیسے تکلیف اٹھا سکتے ہیں! میں ہوں نا! میں اپنی بچی کو اسکول چھوڑ آؤں گا!!! سیف الدین صاحب اپنے صاحب سے بولے اور اپنی بھتیجی حنا کو سائیکل میں اٹھا کر اسکول کی طرف بڑھنے لگے۔۔۔

~~~~~

کلاس شروع ہو چکی تھی، ماسٹر بچوں کی حاضری لینے سے بھی فارغ ہو چکے تھے لیکن معمول کے مطابق آج بھی ذیشان حاضری لیتے وقت کلاس سے غائب تھا!! یہ بچہ نہیں سدھرے گا! پڑھنے لکھنے میں اسے ذرا بھی دلچسپی نہیں ہے۔۔! ماسٹر زیر لب بڑبڑائے۔ خیر چھوڑو میرا کیا!!!! ماسٹر پھر سے زیر لب بولے۔

چلو بچے اپنی اپنی کاپی نکالو! میں بلیک بورڈ پر کچھ لکھتا ہوں تم سب اسے اپنی اپنی کاپی پر نقل کرو!!! ماسٹر صاحب بچوں کو کاپی نکالنے کا حکم دے کر خود چاک لیے بلیک بورڈ کی طرف لکھنے کی غرض سے مڑے۔

ماسٹر ابھی لکھنے میں مصروف تھے کہ ایک چودہ سالہ معصوم لڑکا چوری چھپے بیٹھے چلتے ہوئے کلاس میں داخل ہو کر اپنی جگہ میں بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ماسٹر کی گردن آواز پورے کلاس میں گونج اٹھی!!! فوزان ٹھہر جاؤ!!! تم کیا سمجھتے ہو مجھے! مجھے تم تم بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟؟؟



نہیں سر ایسے کیسے ہو سکتا ہے اور بھلا میں ایسا کیسے سوچ سکتا ہوں !! آپ ہی تو ہمیشہ بولتے ہیں کہ استاذ باپ جیسا ہوتے ہیں !!! ذیشان ماسٹر کو بھلانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔

تمہیں میری ہر بات یاد رہتی ہے بس ایک ہی بات یاد نہیں رہتی وہ یہ کہ وقت پر اسکول پہنچنا تاخیر مت کرنا !!! ماسٹر صاحب ذیشان کی طرف غصے سے دیکھتے ہوئے بولے۔

نہیں سر ایسا کچھ نہیں دور اصل !! ذیشان ڈرا سہا سا کچھ بولنا چاہ رہا تھا کہ ماسٹر صاحب کی گرجدار آواز نے اسے خاموش کر دیا۔

آخر والدین تعلیم یافتہ ہو تبھی بچوں کو تعلیم کی قدر ہونا !!! جب خود والدین ہی گنوار ہو تو بچے تو تعلیم کو کھیل کود سمجھیں گے ہی !!! ماسٹر صاحب ذیشان پر برستے ہوئے بولا۔

سر میری غلطی پر میرے والدین کو تو بیچ میں نہ لائیں نا !! مارنا پیٹنا ہے یا ڈانٹنا پھٹکارنا جو بھی کرنا ہے مجھے کریں لیکن میرے ماں باپ کو تو برا بھلا نہ کہیں !! اگر آپ کے والدین کی جہالت کی وجہ سے ان کے سامنے آپ کے دادا دادی کو کوئی گالیاں دیں یا برا بھلا کہیں تو آپ کے والدین کو کیسا لگے گا؟؟ خود آپ کو بھی برا لگے گا شاید !!! ذیشان چھوٹے ہونے کے باوجود اپنے والدین کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکا اور ماسٹر کو کھری کھوٹی سنا دیا یہ سوچے بغیر کے سکول سے اس کا اخراج بھی ہو سکتا ہے۔

بدتمیز، بد زبان اپنے استاذ سے زبان لڑاتا ہے چل نکل باہر ہو جا میری کلاس سے !!! سر آج بھی ذیشان کو تاخیر کی وجہ سے کلاس سے باہر کر دیا !!!

ماسٹر کی گھنٹی ختم ہوتے ہی عبد الحسیب (سکول کے بازو ہی میں رہنے والا ذیشان کا دوست) ذیشان کے پاس دوڑا چلا گیا !!!

یار ذیشان آخر ایسا کب تک چلے گا تم وقت سے پہلے سکول کیوں نہیں آ جاتے ہو !!! عبد الحسیب نے کہا۔

میں جان بوجھ کر تاخیر تھوڑے نا کرتا ہوں بلکہ یوں ہی تاخیر ہو جاتی ہے کیونکہ مجھے کھیت میں ابا جان اور بھائی کو ناشتہ بھی پہنچانا رہتا ہے اوپر سے گھر سے سکول سات آٹھ کیلومیٹر کے فاصلے پر پڑتا ہے اور گھر میں سائیکل بھی نہیں ہے کہ اس پہ سواری کرتے ہوئے آؤں !! اب تم ہی بتاؤ کہ کیسے کیا کروں !!! ذیشان افسردگی بھرے لہجے میں بولا۔

ناشتہ تو کوئی اور بھی پہنچا سکتا ہے نا تم کیوں ہر روز ناشتہ پہنچانے کی ذمہ داری نبھا رہے ہو !! عبد الحسیب نے کہا۔

میرے گھر میں صرف میں ہی فارغ رہتا ہوں باقی سب اپنے اپنے کام سے جڑے ہوتے ہیں ویسے اماں تو ہر روز کہتی ہیں کہ بیٹا تم سکول کے لیے نکل جاؤ میں ناشتہ پہنچا آؤں گی !! لیکن تم ہی بتاؤ یار اماں کھیت جہاں مرد ذات کام کر رہے ہوتے ہیں ناشتہ پہنچاتی ہوئی اچھی لگے گی !!! ذیشان درد بھرے لہجے میں بولا۔

ہممممم یہ تو ہے !! پھر تم سائیکل کیوں نہیں خرید لیتے؟؟ عبد الحسیب نے کہا۔

اس بار فصل کی کٹائی کے بعد مجھے ایک سائیکل خرید دیں گے ابا جان بولے ہیں !!! ذیشان خوش ہوتے ہوئے بولا۔

فصل کی کٹائی تک !!!! تب تک تو بہت دیر ہو گیا ہو گا اور اس طرح کی روز روز تاخیر سے تمہارا

اخراج بھی عمل میں آجائے گا !! عبد الحسیب ذیشان کی بات سے حیرت زدہ ہوتے ہوئے بولا۔

لیکن فصل کی کٹائی سے پہلے ہم سائیکل نہیں خرید سکتے !! ذیشان افسردہ ہوتے ہوئے بولا۔

ذیشان صوبہ پنجاب کے امرتسر شہر کے ایک چھوٹی سی بستی میں غریب خاندان میں جنم لیا تھا وہ کل چار بھائی تھے ان کی کوئی بہن نہیں تھی ذیشان اپنے بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھا اور بڑے بھائی والد صاحب کے ساتھ کھیت پہ کام کرتے تھے جبکہ ذیشان کو والدین اور بڑا بھائی پڑھا لکھا کر قابل بنانا چاہتے تھے۔۔۔ لیکن یہی سوال کہ کیا ذیشان کو اپنی غریبی کے باوجود اس کے گھر والے آگے کی تعلیمی سفر جاری رکھ پائیں گے یا پھر عام رواج کے مطابق یوں ہی میٹرک کی تعلیم کے بعد کام سے جڑنا اس کا بھی مقدر بن جائے گا!!!!

سر میں کئی روز سے ایک بچے کی شکایت آپ سے کرنا چاہتا تھا لیکن اس بچے کو مہلت دینے کی سوچ میں اسے نظر انداز کرتا رہا لیکن اب تو معاملہ روز بروز سنگینی اختیار کرتا جا رہا ہے۔ ماسٹر صاحب مدیر تعلیم سے ذیشان کی شکایت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔

میں آپ کی بات سمجھ نہیں پا رہا ہوں!! آپ صاف صاف بولیں کیا بولنا چاہتے ہیں! مدیر تعلیم صاحب ماسٹر سے بولے۔

جی یہ کہ آٹھویں کلاس میں پڑھ رہا ذیشان مسلسل پہلی گھنٹی میں تاخیر کے ساتھ حاضر ہوتا ہے جس سے دیگر بچوں کی تعلیم میں خلل اور ادارے کے قوانین کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اس لیے یہی فیصلہ مناسب رہے گا کہ اسے سکول سے نکال دیا جائے تاکہ دوسرے بچوں پر اس کا اثر نہ پڑے۔ ماسٹر صاحب مدیر تعلیم سے ذیشان کے اخراج کی مانگ کی۔۔

اگر آپ کی بات درست ہے تو ٹھیک ہے اس کا اخراج نامہ نوٹس بورڈ پر ٹانگ دیا جائے!!

\*\*\*\*\*



## خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- [aatish2kx@gmail.com](mailto:aatish2kx@gmail.com)

Facebook ID :- [www.facebook.com/aatish2k11](https://www.facebook.com/aatish2k11)

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

اگلے روز دیوار پر چپکے نوٹس بورڈ پر نظر پڑتے ہی سب کے سب حیران رہ گئے کہ اس پر ذیشان کا اخراج نامہ تھا !!!!

ذیشان تو اب بھی سکول نہیں پہنچا تھا لیکن عبد الحسیب اور اس کے دیگر ساتھی سکول پہنچ کر یہ ماجرا دیکھ چکے تھے۔!!

عبد الحسیب جو خود اپنے کلاس کا امیر تھا اپنے نائب امیر شوگندھا مشرا! کو ساتھ لے کر اونچے درجے کے طلبہ اور ہر کلاس کے لیڈران سے مل کر اس طرح کسی کے اخراج کرنے پر احتجاج کرنے فیصلہ کیا اور سارے طلبہ و طالبات جس کی مجموعی تعداد پانچ سو کے قریب تھی سکول کے میدان پر ہاتھوں میں کتابوں سے بھری اپنی اپنی تھیلی تھامے آ بیٹھے اور اپنے بڑوں کی تابعداری میں باآواز بلند کہنے لگے :

اخراج نامہ واپس لیں ، واپس لیں !!

اپنے انا کے بھینٹ ہمیں نہ چڑھائیں نہ چڑھائیں !!

وغیرہ بہت سارے احتجاجی کلمات سے پورے سکول گونج اٹھے جسے سنتے ہی آفس سے سارے اساتذہ کرام اور خود مدیر تعلیم صاحب سکول کے میدان پر دوڑے آئے !!!

یہ کیا بدتمیزی اور بیہودگی ہے کیوں شور و غل مچائے ہوئے ہو تم سب چلو اپنے اپنے کلاس میں جاؤ !!! مدیر تعلیم صاحب باآواز بلند طلبہ کے سامنے مخاطب ہوئے۔

سر ہم اس وقت تک کلاس میں واپس قدم نہیں رکھیں گے جب تک آپ ذیشان کا اخراج نامہ واپس نہیں لیں گے !! سارے طلبہ یک زبان ہو کر بولے

سر سکول کے اندر کا شور و غل باہر تک پہنچ رہا ہے اور اب تو گاؤں کے لوگ بھی جمع ہونے شروع کر دیئے ہیں کہ سکول میں کیا ہو رہا ہے اس لیے باتیں آگے بڑھانے سے بہتر ہے کہ سکول کے طلبہ کا جو لیڈر ہے اسے اور چند بڑے بچے کو لے کر انہیں معاملہ سمجھایا جائے ورنہ بات شہر کے شہر اور میڈیا کے ذریعہ پورے ملک میں پھیل سکتی ہے جس سے آپ کی اور ادارے کی بدنامی عام ہو جائے گی۔ ادارے کے صدر دروازے سے دربان دوڑتے ہوئے مدیر تعلیم کے پاس آکر کہا۔

دربان کی بات سن کر مدیر تعلیم صاحب کی پیشانی پر سلوٹیں آگئیں لہذا فوراً انہوں نے دوسرے اساتذہ سے کہہ کر بچوں میں سے ان کے لیڈران کو آفس طلب کیا !!!!

~~~~~

حنا سکولی لباس پہنی گھر کے آنگن میں کھڑی منتظر تھی کہ کوئی اسے سکول چھوڑ آئے لیکن اتفاق سے آج سب گھر سے باہر تھے اور عارف سیف سائیکل لے کر گھر سے باہر کہیں کرکٹ کھیلنے گیا ہوا تھا! اب گھر میں صرف حنا کا دادا سردار حفیظ الدین صاحب بخار کی حالت میں اپنے کمرے میں لیٹے ہوئے تھے !!!

رابعہ ! رابعہ ! رابعہ !!! سردار حفیظ الدین صاحب اپنی زوجہ کو آواز دیتے ہوئے۔  
جی فرمائیں کیا ہوا !! رابعہ صاحبہ اپنے شوہر کی آواز پر حاضر ہوتی ہوئی بولی۔  
میری بچی حنا کو سکول چھوڑنے کون گیا ؟؟؟ سردار صاحب پوچھیں۔

جی ہماری بچی ابھی تک تیار منتظر کھڑی ہے لیکن کوئی گھر میں نہیں ہے جس وجہ سے جانا نہیں ہوا ابھی تک !! حنا کی دادی اماں رابعہ بولی۔



اچھا! خیر کوئی بات نہیں میں ہوں نا ابھی گھر میں، اپنی بچی کو میں چھوڑ آؤں گا!! سردار صاحب یہ کہتے ہوئے بستر چھوڑنے لگے۔

لیکن آپ تو بخار میں مبتلا ہیں اور گھر میں سائل بھی نہیں ہے اور یوں دس کیلو میٹر راستہ پیدل طے کر جانا پھر واپس آنا بہت بہت ہی مشکل امر ہے۔ رابعہ سردار صاحب سے آرام فرمانے کی درخواست کی۔

میری فکر نہ کریں الحمد للہ میں بہت صحت مند ہوں!! کہاں ہے میری پگڑی ذرا مجھے دے دو سکول کا وقت نکلتا جا رہا ہے۔ سردار صاحب کرتا پہنے اور پگڑی سر پر باندھے اپنے کمرے سے نکلے جسے دیکھ کر گھر کے سارے خواتین ششدر رہ گئیں کیونکہ سردار صاحب گزشتہ کل سے بیمار پڑے تھے۔ ابا جان آپ نہ جائیں آرام کریں!! ویسے ایک روز کے سکول ناگہ سے زیادہ فرق نہیں پڑے گا!! حنا کی والدہ سکینہ اپنے سر سردار صاحب کے پاس جا کر بولی۔

خبردار جو آئندہ کسی نے بھی اپنی زبان سے یہ نکالی کہ ایک روز کی سکول میں غیر حاضری سے کچھ نہیں جاتا!! میرے جیتے جی میری بچی ایک دن کیا ایک گھنٹی بھی ناگہ نہیں کرے گی۔ سردار صاحب گھر کے آنگن میں دھاڑ کر بولے جس سے سب کے سر جھک گئے۔

چلو میری بچی ادھر آؤ!! سردار صاحب بخار ہی کی حالت میں حنا کو کندھے میں اٹھا کر دس کیلو میٹر دور سکول کی جانب بڑھنے لگے حنا تو گھر ہی میں منع کرنا چاہتی تھی لیکن اپنے دادا کی رعب دار آواز سے پہلے ہی وہ خوف زدہ ہو چکی تھی۔

سردار صاحب حنا کو اٹھائے ابھی کچھ ہی دور چلے تھے کہ بخار کی شدت بڑھ گئی اور سر چکرانے لگا جس سے اس کے قدم لڑکھڑانے لگے۔ سردار صاحب کسی طرح حنا کو اپنے کندھے سے اتارے اور

بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ حنا اپنے دادا کی یہ حالت دیکھ کر زار و قطار رونے اور چیخنے چلانے لگی۔

~~~~~

مدیر تعلیم صاحب کے کمرے میں سات طلبہ حاضر ہو چکے تھے جن میں سے دو چھوٹے یعنی کہ عبد الحسیب اور شوگندھا بھی تھے عبد الحسیب اور شوگندھا اپنے بڑے درجے کے لیڈران سے پہلے ہی اجازت لے چکے تھے کہ مدیر تعلیم صاحب سے گفتگو ہم کریں گے کیونکہ ہم ذیشان کے ہم سبق ہیں اور اس سے اچھی طرح سے واقف ہیں۔

آفس میں گفتگو کچھ کیوں ہوئی :

مدیر تعلیم صاحب : یہ سب کچھ تم سب کی سربراہی میں ہی ہو رہی ہے نا !!

عبد الحسیب : نہیں سر، بلکہ آپ کے غیر متوقع فیصلے سے ادارے کے سارے طلبہ ناخوش ہیں۔

مدیر تعلیم صاحب : تو تم سب کیا چاہتے ہو ؟؟

عبد الحسیب : زیادہ کچھ نہیں بس یہی کہ آپ اپنا فیصلہ بدل کر اخراج نامہ واپس لے لیں اور ذیشان کو آگے کی تعلیم جاری رکھنے کا موقع دیں۔

مدیر تعلیم صاحب : تم کیا چاہتے ہو کہ ہم ادارے کے فیصلے تم سے پوچھ کر کریں ؟؟ تمہاری مرضی کے مطابق ادارے کے قوانین بنائیں ؟؟ تم جسے کہو ہم اسے نکالیں اور تم جسے کہو ہم اسے ادارے میں جگہ دیں ؟؟

عبد الحسیب : سر ہم نے تو ایسا نہیں کہا !! لیکن کسی طالب علم کی مجبوری اور اندرونی حالات جانے بغیر اسے سکول سے خارج کر کے اس کی زندگی برباد کرنے کا حق بھی تو کسی کے پاس نہیں ہے نا !! مانا

کہ آپ کا فیصلہ ادارے میں حرفِ آخر ہے لیکن آپ کی ذمہ داری ہے کہ کسی کی شکایت سن کر اس کو کو خارج کرنے سے پہلے اس کی شکایت تحقیق کریں اور وجہ تک پہنچیں۔۔۔!!

مدیر تعلیم صاحب: نافذ شدہ کسی فیصلہ کو واپس لینا بھی ادارے کے قوانین کی خلاف ورزی ہے اس لیے جو ہوا اس میں اب کسی طرح کی تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے البتہ اگلے بار سے تمہاری باتوں کو بھی سامنے رکھی جائے گی اس لیے جاؤ اور سب کو سمجھا بجھا کر اپنے اپنے کلاس میں بھیج دو۔

سر کیسا قانون!! کیسی خلاف ورزی!!!! یہاں کسی معصوم ہونہار شاگرد کا مستقبل برباد ہونے جا رہا ہے اور آپ کو اپنے قانون کی حفاظت پڑی ہے؟؟ شوگندھا مدیر تعلیم صاحب کی باتیں سن کر طیش میں آکر بولی۔

شوگندھا: سر کیا آپ کے قانون میں یہ بات بھی لکھی ہوئی ہے کہ اگر ادارے کی جانب کوئی غلط فیصلہ صادر ہو جائے تو بھی اس سے رجوع نہ کیا جائے؟؟

اگر ایسا ہے تو پھر ہم طلبہ کو تو چاہیے کہ ایسے ادارے سے کوسوں دور رہیں کیونکہ یہاں سے ناانصافی اور ظلم کا درس مل رہا ہے یہی نہیں بلکہ ہمیں تو چاہیے کہ حکومت سے ایسے ادارے پر تالا لگانے کا مطالبہ کریں جو ملک کے مستقبل کے قاتل ہیں۔

مدیر تعلیم صاحب: گویا کہ تم سب اپنے اپنے کلاس نہیں لوٹو گے۔!!!

شوگندھا: اخراج نامہ واپس لینے سے پہلے تک تو ہر گز نہیں۔

مدیر تعلیم صاحب: پھر تم لوگ کیا کرو گے؟؟

شوگندھا: ضرورت پڑے تو ذرائع ابلاغ سے مدد لیں گے، میڈیا والے کو بلائیں گے اور ان سے آپ کے ادارے کا تعارف کرواتے ہوئے بولیں کہ:



اس ادارے سے ایک ہونہار، ذہین و فطین اور قابل شاگرد جو پہلی کلاس سے لے کر آٹھویں کلاس تک مسلسل اول درجہ سے سرفراز ہوتا آ رہا ہے، جس کی شخصیت اور صلاحیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم و ملت اور ملک و وطن کو مستقبل میں ایک روشن چراغ ملنے والا ہے محض اس بنیاد پر بغیر کسی تنبیہ (وارننگ) کے نکال دیا جاتا ہے کہ چند روز سے حاضری ختم ہونے کے بعد یعنی کہ پانچ سے دس منٹ تاخیر کر کے سکول پہنچا یہ جانے بغیر کہ وہ ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا ہے جس کو پڑھائی کے ساتھ ساتھ گھر کے دیگر کام بھی کرنے ہوتے ہیں، صبح کھیت میں ناشتہ بھی پہنچانا رہتا ہے پھر اس کے گھر سے سکول کے مابین سات سے آٹھ کیلومیٹر کا فاصلہ ہے جسے پیدل طے کر کے سکول پہنچنا رہتا ہے ایسی صورت میں تو پانچ دس منٹ کی تاخیر ہونی ہی ہے۔۔ حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ خود سکول والے حکومت سے مطالبہ کر کے ایسے غریب بچے کو سائلنگ دلائیں لیکن یہاں تو برعکس ہو رہا ہے یہاں بیماری کو نہیں بیمار کو مارا جا رہا ہے، یہاں مجبوری کو نہیں مجبور کو ختم کیا جا رہا ہے۔۔ اور یہ صورت حال صرف اسی ادارے کے ایک بچے کے ساتھ نہیں بلکہ ملک بھر کے سیکڑوں ہزاروں سکولز کے لاتعداد غریب بچوں کے ساتھ پیش آتا ہے جس کے نتیجے میں غریب بچے تعلیمی میدان میں پیچھے پیچھے ہی رہ جاتے ہیں۔۔! شوگندھا اس انداز میں بولی جا رہی تھی گویا کہ واقعی وہ کوئی عام لڑکی نہیں بلکہ میڈیا والی ہو۔۔۔۔!

سر اس بچی کی باتوں میں دم ہے یہ جس انداز سے جس طرح کی باتیں یہاں بیان کی اگر وہ کسی میڈیا کے سامنے اسی طرح کا بیان دے دے تو ادارے کی دیوالیہ اور ملازمت سے آپ کی برطرفی لازمی ہے۔۔ ادارے کے ملازم مدیر تعلیم صاحب کے قریب آکر کانوں میں کہا۔

یوں تو شوگندھا کا بیان سن کر خود مدیر تعلیم صاحب بھی اپنا فیصلہ بدلنے پر راضی ہو ہی گئے تھے لیکن ملازم کی باتوں نے مزید تائید کردی کہ فیصلہ بدل ہی لیں۔

مدیر تعلیم صاحب: کیا تم سب اس بات کی ذمہ داری لوگے کہ آئندہ وہ تاخیر نہیں کرے گا؟؟  
ساتوں بچے یک زبان ہو کر: جی سر ہم ذمہ لیتے ہیں کہ وہ آئندہ تاخیر نہیں کرے گا!!

مدیر تعلیم صاحب: ٹھیک ہے اس بار اسے چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن آئندہ اگر ایسا ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ تم ساتوں کا بھی اخراج لازمی ہو گا۔۔۔

ہمیں منظور ہے سر! ساتوں یک زبان کہتے ہوئے خوشی خوشی آفس سے نکل گئے اور سیدھا سکول میدان میں پہنچا جہاں طلبہ مجمع کی صورت میں کھڑے تھے۔

عبد الحسیب، شوگندھا اور ان کے رفقاء کے وہاں پہنچتے ہی سارے طلبہ چلانے لگے کہ کیا فیصلہ ہوا؟؟ کیا فیصلہ ہوا؟؟

طلبہ کو خاموش کراتے ہوئے کلیم اللہ نامی لڑکا جو پورے سکول کے طلبہ کا امیر تھا ایک اونچی جگہ پہ کھڑا ہو کر سب سے مخاطب ہوا:-

میرے چھوٹے بڑے بھائیوں اور بہنوں!! ہماری کوشش رنگ لائی، ہماری یکتائیت کامیاب ہوئی، ہماری آواز باثر ملوٹی۔ ذیشان کا اخراج نامہ واپس لے لیا گیا!!! لیکن اس شرط کے ساتھ کہ آئندہ کبھی تاخیر نہ کرے ورنہ اس کے ساتھ ساتھ ہم بھی نکال باہر کر دیئے جائیں گے!!!

مجھے اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ میں نکال دیا جاؤں لیکن مجھے اس بات کی فکر ہے کہ اگر کوئی بچہ پڑھنے میں اچھا ہے تو اس کو وہ ساری سہولیات کیوں میسر نہیں ہیں جو دوسرے پڑھائی چور بچوں کو ہیں! مجھے فکر ہے اس بات کی کہ اگر کسی ذہین بچہ کی مطلوبہ چیزیں ان کے والد صاحب اپنی غریبی

کی وجہ سے پوری نہیں کر پاتے تو پوری قوم مل کر کیوں اس کی مدد نہیں کرتے!! آخر پڑھ لکھ کر اس سے ہمارے ہی علاقے ہی کا نام روشن ہو گا نا!! پھر ہم ایسے بچوں کے معاون بننے سے کیوں پیچھے ہٹتے ہیں!!

میرے بھائیوں! ذیشان آٹھ کیلو میٹر راستہ پیدل چل کر آتا ہے جس میں قریب آدھا گھنٹہ کا وقت صرف ہوتا ہے لیکن اگر اس کے پاس سائیکل ہو گا تو دس سے پندرہ منٹ میں ہی سکول پہنچ جائے گا اور وہ تاخیر سے بچ جائے گا لیکن وہ ابھی سائیکل نہیں خرید سکتا! وہ فصل کی کٹائی کے بعد ہی سائیکل خرید سکتا ہے اور اس وقت تک اس کا اخراج ہو چکا ہو گا!!

اب آپ سوچیں کہ کیا ذیشان کو اسی حالت پہ چھوڑ دیں!! یا ہم آگے بڑھ کر اسے اپنا چھوٹا بھائی سمجھ کر ہم کچھ مدد کریں!!

(کلیم اللہ کی باتیں سن کر سارے طلبہ جو خاموشی سے سن رہے تھے چلا اٹھے کہ ہم مدد کریں گے ہم مدد کریں گے)

مجھے سو فیصد یقین تھا کہ آپ پیچھے نہیں ہٹیں گے! تو چلیں آگے بڑھے اور اپنے اپنے کلاس کے امیر کے پاس ہم پانچ سو طلبہ میں سے ہر ایک صرف تین تین روپیہ کر کے جمع کریں!! تین روپیہ کوئی زیادہ رقم نہیں ہے لیکن جب ہم پانچ سو طلبہ مل کر تین تین روپیہ کر کے جمع کرتے ہیں تو کل پندرہ سو ہوتے ہیں جس سے ایک اچھا خاصا سائیکل آئے گا اور ایک دوست کا مستقبل بنے گا!! اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک دوسرے کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کلیم اللہ خطاب کر کے نیچے اتر گیا اور سب اپنے اپنے کلاس جانے لگے اتنے میں ذیشان ہنستا مسکراتا سائیکل چلاتا ہوا سکول میں داخل ہوتا ہے جسے دیکھ کر سب کے سب حیران رہ جاتے ہیں کہ جس



کے لیے سائیکل خریدنے کے لیے روپیہ اکٹھا کرنا چاہتے ہیں وہ سائیکل پر سواری کرتا ہوا سکول میں داخل ہو رہا ہے۔۔۔

پوچھنے پر ذیشان نے سب کو بتایا کہ گزشتہ کل بے عزتی کا سن کر ابا جان مجھے قرض لے کر سائیکل خرید دیے۔۔

جب ذیشان کو اس کی خاطر سکول کے طلبہ کی محنت کے بارے پتہ چلا تو وہ بہت خوش ہوا اور سب کا شکریہ ادا کیا اور خود بھی اپنے جیب سے دس روپیہ نکال کر کلاس کے امیر کو دیا کہ ان پیسوں کو اور بھی دوسرے بچے ہیں جو پریشان بھی ہیں ان میں خرچ کیا جائے۔۔

~~~~~

دادا جان اٹھ جائیں ، دادا جان اٹھ جائیں !!! حنا اپنے دادا کے سر اپنے گود میں لیے حرکت دیتی ہوئی روتی ہوئی بولی جا رہی تھی۔

جب سردار صاحب ہوش میں نہیں آئے تو حنا اپنی تھیلی سے پانی بوتل نکالی اور اپنے دادا کے چہر پر پانی چھڑکنے لگی اتنے میں سردار صاحب ہوش میں آ جاتے ہیں اور ہوش میں آتے ہی اپنی پوتی حنا کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہتے ہیں شاباش میری بچی ذرا بوتل دو تھوڑا پانی پی لوں پھر ہم چلتے ہیں !!! سردار صاحب حنا کے بوتل سے کچھ گھونٹ پانی پیے اور حنا کو کندھے میں اٹھانے کے لیے آگے بڑھے کہ حنا کہنے لگی دادا جان چلے ہم واپس گھر چلیں ، آج سکول نہیں جانا مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حنا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ سردار صاحب نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے بس بیٹی اور کچھ مت کہنا اور ابھی جو کہہ دیا تم نے وہ کبھی اور مت بولنا میری بچی !! کبھی مت بولنا کہ دادا جان واپس چلیں !!

بیٹی تم جس راستے میں نکلی ہو اس کی منزل تک پہنچنے سے پہلے واپسی کے سارے راستے اپنے لیے بند سمجھو!

بیٹی! آج تک ہمارے گاؤں کا کوئی بھی بچہ میٹرک بھی پاس نہیں کر سکا جس کا خیال بھی مجھے شرمندہ کر دیتا ہے اس لیے پورے گاؤں والوں کی امیدیں تم ہی سے جڑی ہیں کہ تم صرف میٹرک ہی نہیں بلکہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون بن کر گاؤں میں علم و عمل کی روشنی پھیلاؤ گی اور جہالت کا قلع قمع کرو گی!!!

بیٹی! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تمہاری تعلیم کی خاطر مجھے اپنی جان کی بھی قربانی دینا پڑے پھر بھی کوئی پرواہ نہیں! میری ایک جان تو کیا اگر اللہ رب العالمین مجھے ہزاروں جان دے تو میں ہزاروں جانوں کو تمہاری تعلیم کی راہ میں قربان کر دوں گا!! کیوں کہ میری زندگی سے زیادہ عزیز مجھے تمہاری تعلیم ہے۔

بیٹی! آج تم مجھ سے وعدہ کرو کہ تمہاری تعلیم کی راہ میں جو بھی چیز رکاوٹ بنے گی تم اسے ٹھکرا کر آگے بڑھ جاؤ گی؟؟ سردار صاحب زمین پر بیٹھے ہی بیٹھے حنا سے گفتگو کرتے رہے۔

ہاں دادا جان میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں کبھی بھی اپنے اور اپنی تعلیم کے درمیان کسی بھی چیز کو حائل ہونے نہیں دوں گی! میں آپ کی، پورے گھر والوں اور پورے گاؤں والوں کی امیدوں پر کھری اتروں گی آپ سب کے خواب کی تعبیر بنوں گی میں دادا جان!! حنا بھری آنکھوں سے بولی۔ شاباش میری بچی! چلو اب سکول چلیں!! دادا جان حنا کو کندھے میں اٹھا کر پھر سے سکول کی جانب چلنے لگے۔۔۔

حنا ہرن پور (جھارکھنڈ) میں رہتی تھی اور ذیشان امرتسر (پنجاب) میں رہتا تھا اور دونوں اپنے اپنے یہاں آٹھویں کلاس میں پڑھتے تھے جھارکھنڈ اور پنجاب یعنی کہ حنا اور ذیشان کے مابین کچھ کمی بیشی کے ساتھ کل دو ہزار 2000 کلومیٹر کا فاصلہ تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے دو سال گزر گئے اور جھارکھنڈ اور پنجاب میں بورڈ امتحان بھی پایہ تکمیل کو پہنچ چکا جس میں پنجاب سے ذیشان اور جھارکھنڈ سے حنا بھی بیٹھی تھی۔۔

اب دونوں کے گھر والے کو امتحان کے نتیجے کا شدید انتظار تھا۔

حنا کے امتحان کے نتیجے کا انتظار صرف حنا اور اس کے گھر والوں ہی کو نہیں بلکہ پورے گاؤں والے کو تھا اور یہی حال ذیشان کے یہاں بھی تھا خود ذیشان کا اس کے گاؤں والے دن رات نتیجے کا پوچھ پوچھ کر برا حال کر رکھا تھا کہ تم پاس ہو جاؤ گے نا؟ یا فیل !!!

اچانک ایک روز اخبار میں خبر چھپتی ہے کہ آنے والا کل پنجاب اور جھارکھنڈ میں ہوئے بورڈ امتحان کے نتائج منظر عام پر لائے جائیں گے !!!

یہ خبر پڑھتے ہی سارے طلبہ کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں !!!

اچانک ایک روز اخبار میں خبر چھپتی ہے کہ آنے والا کل پنجاب اور جھارکھنڈ میں ہوئے بورڈ امتحان کے نتائج منظر عام پر لائے جائیں گے !!!

یہ خبر پڑھتے ہی سارے طلبہ کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں !!!

\*\*\*\*\*

حنا کے والد صاحب ، دادا جان اور چچا سمیت گاؤں کے سارے مرد حضرات صبح صبح گھر سے کھیت نکل گئے تھے۔ ابھی سارے کے سارے کھیت کے کاموں میں مصروف ہی تھے کہ گاؤں سے شور و غل سنائی دینے لگی !!!

کھیت میں کام کر رہے گاؤں کے سارے مرد کام چھوڑ کر گاؤں کی طرف دیکھنے لگے کہ اتنے میں ایک خاتون ہاتھ میں نیوز پیپر تھامی کھیت کی جانب دوڑی چلی آ رہی تھی !!!

جب وہ قریب آئی تو سردار صاحب بے چینی سے بولے : میری بچی گاؤں میں سب خیریت سے تو ہیں نا؟؟ یہ ہنگامے اور شور و غل کیسا ہے؟؟

خاتون اتنی تیز دوڑتی ہوئی آئی تھی کہ زور زور سے ہانپ رہی تھی جس کی وجہ سے کچھ بول نہیں پا رہی تھی اس لیے پیپر سردار صاحب کو تھماتی ہوئی صرف یہ بولیں کہ یہ لیں سردار صاحب !!!

ارے میری بچی اگر مجھے پڑھنا لکھنا ہی آتا تو میں کھیت میں کاشت کاری تھوڑے نا کر رہا ہوتا ابھی !!! سردار صاحب اپنی پیشانی پہ ہاتھ مارتے ہوئے بولے۔۔

اتنے میں حنا کے والد اظہر الدین صاحب سردار صاحب کے قریب آئیں اور اخبار لے کر پڑھنے لگے۔۔!!

اظہر الدین صاحب جیسے جیسے اخبار پڑھتے گئے ان کے چہرے کھلتے گئے !!!

ابا جان مبارک ہو ! ہماری بچی حنا سیٹ ٹاپر آئی ہے یعنی کہ اس بار کے دسویں کلاس کے بورڈ امتحان میں پورے صوبہ جہار کھنڈ میں اول درجہ حاصل کی ہے۔۔!!

یہ خبر سنتے ہی سردار صاحب کی آنکھیں خوشی سے بھر آئیں اور فوراً سجدہ شکر کی خاطر زمین پر سر ٹیک دیئے !!



اوووئے آج سارے مزدوروں کی چھٹی لیکن تم سب گھبرانا مت سب کو پورے دن کی مزدوری دی جائے گی اور کل حویلی میں دعوت میں شرکت کے لیے حاضر ہو جانا!! تم سب کو میری بچی کی کامیابی پر تقریب میں شرکت کی دعوت رہی!! سردار صاحب بلند آواز میں پورے کھیت میں کام کر رہے مزدوروں سے مخاطب ہوئے!!!!

سردار صاحب اور ان کے سارے لڑکے گھر پہنچے ہی تھے کہ ان کے پیچھے پیچھے میڈیا والے حنا کے انٹرویو کے لیے ان کے گھر پہنچ گئے!!!

~~~~~

امرتسر کے ایک چھوٹے سے گاؤں کی ہر جانب خوشیاں منائی جا رہی تھی خود ذیشان کے گھر والے اس قدر خوش تھے کہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر انہوں نے قرض وغیرہ لے کر پورے گاؤں والوں کا منہ میٹھا کیا!!!

ذیشان کے گھر میں بھی اس کا انٹرویو لینے کے لیے میڈیا والے پہنچ گئے!!  
انٹرویو کچھ اس طرح ہوا!!

\*میڈیا والے: ذیشان آخر وہ کونسا راز ہے کہ آپ ایک چھوٹا سا گاؤں (جہاں ہمیشہ سہولیات کی کمی ہوتی ہیں) سے ایک معمولی غریب گھرانے سے تعلق رکھنے کے باوجود سارے شہری طلبہ (جن کے پاس تعلیم کے تمام سہولیات فراہم ہوتی ہیں) کو پیچھے چھوڑ کر بلکہ مات دے کر آپ پورے صوبہ میں اول درجہ اپنے نام کر لیا؟؟ یہی نہیں بلکہ آپ کا سابقہ ریکارڈ بھی بتاتا ہے کہ آپ نے ہر کلاس میں اول پوزیشن حاصل کیا آخر ان سب کے پیچھے کیا راز ہے؟؟\*

ذیشان : اس میں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے اور نہ ہی کسی طرح کا کوئی راز ہے ! سچ پوچھے تو میں کبھی پڑھائی اس لیے نہیں کرتا ہوں کہ مجھے نمبرات چاہیے یا مجھے اول درجہ حاصل کرنا ہے بلکہ میں اس لیے پڑھتا ہوں کہ مجھے پڑھائی کا شوق ہے مجھے کسی بھی چیز کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات ڈھیر ساری خوشیاں دیتی ہیں اور میری کوشش ہوتی ہے کہ میں جو بھی پڑھوں اس کے مالہ و ماعلیہ یعنی کہ کما حقہ اسے پورا پورا سمجھ جاؤں یہی وجہ ہے کہ آئندہ کل جو سبق ہمیں پڑھایا جانے والا ہے میں اسے آج ہی متعدد بار پڑھ کر پہلے خود ہی سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں اور جو اشکال پیش آتے ہیں میں انہیں اپنی کاپی میں نوٹ کرتا جاتا ہوں پھر آنے والے دن جب سر ہمیں پڑھاتے ہیں تو اگر تدریس کے دوران ہی میرا وہ اشکال دور ہو گیا تو ٹھیک ورنہ میں سر سے سوالات کر کے اپنی اشکالات دور کر لیتا ہوں جس سے میرا دل مطمئن رہتا ہے !! اور پڑھائی کے تعلق سے میری ایک خوبی یا خرابی جو بھی کہہ لیں آپ ! وہ یہ کہ میں جب تک سبق اچھی طرح سمجھ نہ لوں اور میرا دل اس پر مطمئن نہ ہو جائے مجھے قرار نہیں ملتا ، حد درجہ میرے اندر بے چینی سی چھائی رہتی ہے حتیٰ کہ میں اپنے سکول کے اساتذہ کرام سے یا گاؤں سے متصل دوسرے گاؤں کے ایک ماسٹر کے پاس جا کر اپنا اشکال پیش کر کے اسے دور نہ کر لوں !!!

اور جہاں تک بات ہے بورڈ امتحان کی اور گاؤں کے طلبہ کا اس میں پیچھے رہ جانے کی تو اس میں جہاں سہولیات کی کمی ہیں وہیں میرا ایک ذاتی تجربہ یہ ہے کہ دسویں کلاس کے اختتام تک یعنی کہ بورڈ امتحان کے قریب آجانے تک بھی ہمیں طریقہ امتحان کا پتہ نہیں رہتا ہے کہ کس اسلوب میں اور کس انداز میں امتحان لیے جاتے ہیں بورڈ امتحان میں !! بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم مکمل کتاب

یاد کیے رہتے ہیں اور اپنے ذہن میں ازبر کیے رہتے ہیں اس کے باوجود بھی ہمارے نمبرات ہمارے مطلوبہ نمبرات سے بہت ہی کم ہوتے ہیں!!!

یہ اس لیے نہیں کہ ہمیں کسی سوال کا جواب نہیں آیا! بلکہ ہمیں تو اس سوال کا جواب ازبر تھا لیکن وہ سوال اس انداز اور اس اسلوب میں رہتا ہے کہ اس سے قبل ہمارا سابقہ کبھی اس اسلوب کے سوال سے نہیں پڑتا اس لیے ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ یہ سوال ہمارے اسباق سے باہر ہیں جس وجہ سے ہم اسے چھوڑ کر آ جاتے ہیں!!

خود میں جب دسویں کلاس کے چھ مہینے گزر گئے تب اتفاق سے میرا شہر جانا ہوا اور ٹرین میں ایک شہری لڑکا جو انٹر دے چکے تھے سے ملاقات ہوئی! ہم دونوں پڑھائی کے تعلق سے بہت گفتگو کیے پھر انہوں نے مجھے بورڈ امتحان کے اسلوب اور اس کی تیاری کے طریقے بتانے لگے اور پھر ایک کتاب بھی دیے یہ کہتے ہوئے کہ یہ کتاب "بورڈ ٹوڈے" ہے جو ہر سال دسویں کلاس کے بورڈ امتحان کے لیے نکلتی ہے جو امتحان کی تیاری میں بھرپور مدد کرتی ہے اور تیاری کے انداز و اسلوب سے واقف کراتی ہے! جس سے میں اس سے ملنے سے قبل ناواقف تھا! اور عموماً گاؤں کے تمام طلبہ اس سے ناواقف ہی رہتے ہیں کہ الا یہ کہ کوئی رہنمائی کر دے۔

اور وہ کتاب میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی دیا جس سے ہم بہت زیادہ استفادہ بھی کیے۔

\*میڈیا والے: بہت خوب آپ کی باتیں سن کر ہمیں بہت خوشی ہوئی!!\*

\*اچھا ذیشان آپ نے ابھی ابھی گاؤں کے طلبہ کے پیچھے رہ جانے کے جو دو وجہیں:\*

\*1 سہولیات کی کمی۔\*

\*2 سال ختم ہونے تک اسلوب امتحان سے عدم واقفیت۔\* بتائیں اس کے علاوہ اور کوئی مزید وجہ آپ کے ذہن میں ہوں تو بتانا گوارا کریں گے آپ !! تاکہ ان وجوہات کا حل نکل سکے۔!\*

ذیشان (ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ) : سب سے اہم تو اپنی محنت ہے !

لیکن جب آپ پوچھ رہے ہیں تو ہم گاؤں کے طلبہ کی ایک پریشانی یہ ہے کہ ہم اپنا بیشتر وقت دو ہی سبجیکٹ کی تیاری میں صرف کرتے ہیں ایک حساب اور دوسری سائنس !! اور دیگر نصاب میں شامل کتابوں کو وہ اہمیت نہیں دیتے جو دینی چاہیے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حساب اور سائنس میں نمبرات تو بہت اچھے رہتے ہیں لیکن باقی کے تین سبجیکٹز (انگریزی، ہندی/اُردو/ سنسکرت/ بنگلہ اور سوشل سائنس) میں ہم یا تو فیل ہو جاتے ہیں یا پھر ہمارے نمبرات اتنے کم ہوتے ہیں کہ ہمارا شمار اچھے طلبہ میں نہیں ہو پاتا۔ حالانکہ ہمیں ہر سبجیکٹ میں پوری پوری محنت کرنی چاہیے۔ جس طرح ہم حساب اور سائنس میں محنت کرتے ہیں اگر دوسری کتابوں میں بھی اسی طرح توجہ دیں تو ہر سال ہمارا شمار اچھے طلبہ کی فہرست میں ہو گا اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

\*میڈیا والے : ہم نے پہلے بھی سنا تھا اور آپ کی بات سے بھی اس بات کی مزید تائید ہو گئی کہ گاؤں گھر اور دیہات کے طلبہ حساب میں بہت تیز ہوتے ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ شہروں میں حساب کو ایک مشکل سبجیکٹ سمجھا جاتا ہے؟؟\*

ذیشان (مسکراتے ہوئے) : مجھے تو ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ گاؤں، گھر اور دیہات کے بچے چھوٹے ہی سے گھر کے لیے سودا سلف خریدنے دکان جاتے ہیں !! اور گھر میں والدہ محترمہ بچے کے ہاتھ میں پچاس کا نوٹ تھاتی ہوئی بولتی ہیں کہ بیٹا ڈیڑھ کیلو آلو، آدھا کیلو پیاز، ڈھائی سو گرام سرسوتیل اور ایک پیکٹ نمک لینا اور باقی کے پیسے حساب سے واپس لے کر آنا !!



اب ہمارا دماغ بچپن ہی سے حساب سے جڑ جاتا ہے اسی طرح ہم گاؤں ، دیہات میں متعدد کھیل کھیلتے ہیں جو گنتی اور حساب کے متقاضی ہوتے ہیں مثلاً کرکٹ میں رنز گنا وغیرہ بہت سارے کھیل۔۔۔!! جبکہ شہر میں اس کے برعکس بچوں کو سودا سلف کے دکان تو دور بچے کو گھر سے باہر اکیلے میں قدم بھی رکھنے نہیں دیا جاتا!!!!

\* میڈیا والے : ~~آپ نے بالکل صحیح کہا!!~~\*

\* میڈیا والے : ایک اور سوال جو شاید آپ کے عمر کے لحاظ سے آپ کے لیے اس سوال کا جواب دینا مشکل ہوگا اور شاید آپ کو برا بھی لگ سکتا ہے!!\*

ذیشان (مسکراتے ہوئے) : آپ مجھے برا لگنے کا بالکل فکر نہ کریں اگر آپ کا سوال مناسب رہا تو بالکل خوشی خوشی جواب دینے کی کوشش کروں گا اور اگر برا ہوا تو آپ کی اصلاح کر دوں گا!!

\* میڈیا والے : ~~آپ ہیں چھوٹے لیکن بہت حوصلہ رکھتے ہیں!~~\*

\* ہاں تو سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلم قوم تعلیمی میدان میں پچھڑی ہوئی کیوں ہے؟؟\*  
ذیشان : یوں تو مجموعی طور پر ہمارا پورا ہندوستان ہی تعلیمی میدان میں پچھڑا ہوا ہے!  
لیکن ہندوستانی مسلمان کا تعلیمی میدان میں پچھڑے رہنا!! یہ بات ایک ناچے سے درست بھی ہے اور دوسرے ناچے سے غلط بھی ہے۔

درست اس اعتبار سے ہے کہ 1947 میں جب ہند و پاک تقسیم ہوا تو ہندوستان کے بیشتر وہ مسلمان جو تعلیم یافتہ تھیں وہ سب کے سب جناح کی سرکردگی میں یا تو پاکستان یا مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) کے حصے میں آئے یا پھر ان کی طرف کوچ کر گئے اور اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی

ایک معمولی تعداد رہ گئی اور رہی بھی تو ان لوگوں کی تعداد زیادہ رہی جو غیر تعلیم یافتہ تھے اور کاشتکاری سے جڑے عام معصوم لوگ تھے جو خود محنت و مشقت کے ساتھ کھیتی باڑی کر کے دوسروں کی زندگی پر سکون کرتے ہیں۔ لیکن الحمد للہ اب ہم میں بہت بیداری آگئی ہے اور دھیرے دھیرے مزید آ بھی رہی ہے۔

اور مسلمانوں کو تعلیمی میدان میں پچھڑے رہنا کہنا غلط اس ناچیسے سے ہے کہ ہمارے ہندوستانی مسلمان نے مسلم قوم کو تعلیم کے میدان میں ترقی دینے کے لیے بیشمار اسلامی مدارس کھول رکھے ہیں جس کا گزراہ خود مسلم قوم کی کمائی سے ہوتا ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں مسلم طلبہ زیر تعلیم ہیں لیکن جب حکومت کی جانب سے زیر تعلیم طلبہ کی گنتی کی مہم چلتی ہے تو وہ لوگ صرف ان طلبہ کو اپنی فہرست میں شامل کرتے ہیں جو عصری تعلیم گاہوں اور سکولز و کالجز اور یونیورسٹیز میں زیر تعلیم ہیں اور ان طلبہ کو اپنی فہرست میں شامل نہیں کرتے جو اسلامی سکولز اور مدارس و جامعات میں زیر تعلیم ہیں۔۔۔!!!

خیر جو بھی ہو لیکن ہندوستانی مسلم قوم میں اب تو بہت بیداری آچکی ہے اور اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں یوں ہی بیدار کر اور ہمیں ہر میدان میں ترقی عطا فرما۔۔۔!!!

\*میڈیا والے: ہندوستانی مسلمان کا سرکاری نوکری میں نہ آنا کہیں اس وجہ سے تو نہیں ہے کہ اسلام انہیں سرکاری نوکری کی اجازت نہیں دیتا ہے؟؟\*

ذیشان: نہیں بالکل ایسا نہیں ہے آپ کی سوچ غلط ہے۔ بلکہ اسلام تو ہمیں اپنے وطن کی خدمت کا درس دیتا ہے اور سرکاری نوکری کرنا گویا کہ وطن کی خدمت کرنا ہے! ہاں البتہ اسلام ہمیں سرکاری نوکری کے پس پردہ رشوت لینے سے منع کرتا ہے کیونکہ رشوت لینا اور دینا دونوں اسلام میں حرام

ہے ، اور ہاں اسلام ہمیں سرکاری نوکری کو ڈھال بنا کر دوسروں پر جبر و ظلم اور زیادتی کرنے سے بھی منع کرتا ہے اور روکتا ہے اسلام ہمیں شریعت کے دائرے میں رہ کر کوئی بھی نوکری کرنے سے منع نہیں کرتا ہے بلکہ کرنے پر ابھارتا ہے۔

\*میڈیا والے : آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتے ہیں ؟؟؟\*

ذیشان (مسکراتے ہوئے) : بننا تو بہت کچھ چاہتے ہیں لیکن سب کا حاصل یہی ہے کہ میں متعدد زبانوں کا ماہر بنوں اور اسلام کے خلاف پھیلائی گئی جھوٹی باتوں کا رد کروں ، دین حق اسلام کی حقیقی چہرہ پورے عالم میں پیش کروں اور اس کا صحیح پیغام لوگوں میں عام کروں کہ اسلام اس طرح نہیں جس طرح اسلام کے مخالف میڈیا نے پورے عالم کے اذہان قلوب میں ڈالا ہے بلکہ یہ ایک رحمت والا دین ہے نیز اپنے ملک ہندوستان میں اسلام کے خلاف پھیل رہی دشمنی کو روک کر ملک بھر میں امن و امان قائم کروں تاکہ پورے ملک کے باسی چین و سکون کی زندگی جیے۔

\*میڈیا والے : ایک آخری سوال یہ کہ آپ پورے صوبہ میں اپنے اول درجہ حاصل کرنے کا سہرا کس کے سر دیں گے ؟؟\*

ذیشان : اپنے اساتذہ کرام ، والدین اور بڑے بھائی کو !!

\*میڈیا والے : بہت خوب ! سچ پوچھے تو ہمیں آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی اور ہمیں آپ کی شخصیت پر بہت ناز ہے یقیناً آپ کے خیالات وسیع ، عزائم اعلیٰ اور ہمت بلند اور حوصلے بے انتہا ہے ! بے شک آپ جیسے ہونہار مستقبل میں قوم و ملت کے چشم و چراغ اور خواب کی تعبیر ہیں۔!!\*

میڈیا والے ذیشان کا انٹرویو لے کر اس کا اور اس کے گھر والوں کا شکریہ ادا کیا اور چائے نوشی کے بعد دعائیں دیتے ہوئے روانہ ہو گئے !!!

دوسری طرف حنا کے بھی گھر میڈیا والے آئے ہوئے تھے اور حنا کا انٹرویو لے رہے تھے! حنا سے پوچھے جانے والے سوالات بھی ذیشان سے پوچھے گئے سوالات کی طرح ہی تھیں اور حنا کے جوابات بھی ذیشان کی جوابات کی ہی طرح تھیں البتہ کچھ سوالات ایسی بھی تھیں جو ذیشان سے مختلف تھیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

\* میڈیا والے: آپ کے گاؤں سے آپ سے پہلے کسی نے بھی بورڈ امتحان میں کامیابی حاصل نہیں کی آپ پہلی شاگرد ہیں جو یہ کامیابی ہی حاصل نہیں کی بلکہ پورے صوبہ میں اول درجہ حاصل کی اس کا سہرا آپ کس کے دیں گی؟؟\*

حنا (برقع اور نقاب میں چھپ کر): جی خصوصاً اپنے اساتذہ کرام، دادا، دادی جان اور والدین سمیت گھر کے سارے افراد اور عموماً گاؤں کے سارے باسی جن کی دعائیں ہمیشہ ساتھ رہیں!

\* میڈیا والے: آپ مستقبل میں کیا بننا چاہتی ہیں؟\*

حنا: میں پڑھ لکھ کر معلمہ (ٹیچر) بن کر اپنے گاؤں میں دینی و عصری علوم عام کرنا چاہتی ہوں!! بلکہ میری تعلیم کے مقاصد میں سے سب اہم یہی مقصد ہے کہ اپنے گاؤں میں تعلیم عام کرنا۔!!

\* میڈیا والے: کیا اسلام آپ کو اعلیٰ تعلیم سے نہیں روکتا ہے؟؟\*

حنا: ھھھھھ یہ بالکل وہی بچہ والا سوال ہے کہ کیا سورج اپنی روشنی میں چلنے سے منع کرتا ہے!!! بالکل نہیں! اگر آپ آپ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا اسلام کی آمد ہی پورے عالم سے جہالت کو ختم کرنے اور گوشے گوشے میں علوم و فنون کو عام کرنے ہی کے لیے ہوئی ہے پھر بھلا اسلام اپنے ماننے والے کو جہالت کی تاریکی میں کیسے دیکھ سکتا ہے!!!



اسلام ہمیں تعلیم سے کبھی نہیں روکتا بلکہ ہمیشہ تعلیم کے لیے ابھارتا ہے اسلام کی پہلی وحی ہی پڑھائی سے متعلق ہے "اقراء" یعنی کہ پڑھو !!

ہاں البتہ اسلام ہمیں ایسی تعلیم سے ضرور روکتا ہے جو بے فائدہ ہو اور محض وقت گزاری کا ذریعہ ہو ! اسلام ہمیں ایسی تعلیم سے منع کرتا ہے جو عقیدے کی خرابی کا سبب بنے !!  
بلکہ ہم مسلمانوں کے نزدیک وہ تعلیم تعلیم ہی نہیں ہے جو جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے نجات کا سبب نہ بنے !!

اسلام دقیانوسی خیالات کے حامل نہیں بل ہر دور میں عمدہ رہا ہے اور رہے گا۔  
اور ہاں چونکہ ہم بنتِ حوا (لڑکیاں) ہیں اس لیے ہم پر گھر سے باہر پردہ کا اہتمام واجب ہے تاکہ ہماری عزت و آبرو کا جنازہ نہ نکلے۔۔

\*میڈیا والے : معذرت اگر آپ کو ہماری بات بری لگی تو لیکن ہم نے یہ سوال اس لیے پوچھا کہ یہ عام ہے کہ آپ لوگوں کو تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں ہے اس لیے آپ کے مذہب میں خواتین اکثر جہالت کی زندگی جیتی ہیں !!!\*

حنا : یوں تو ہمارے ملک کی اکثریت تعلیم سے دور جہالت کی زندگی جی رہی ہیں ایسی صورت میں جہالت کو کسی مذہب سے جوڑنا یقیناً ناانصافی اور حقیقی صورتِ حال سے چشم پوشی ہے جبکہ مسلم قوم کی بیٹیاں نسواں کے لیے مخصوص اسلامی مدارس و جامعات میں مخلوط تعلیم سے محفوظ دینی و عصری زیورِ علوم و فنون سے آراستہ و پیراستہ ہو رہی ہیں لیکن افسوس کہ چونکہ وہ مدارس و جامعات کا گزارہ اور سارا خرچہ مسلم قوم کے اپنے جیب سے ہوتا ہے اس لیے سرکاری دفاتر میں ان کے نام تک نہیں ہوتے اور ہر طرح کی سہولیات سے بھی وہ محروم رہتی ہیں۔۔۔

آپ کا خیال جان کر بہت افسوس ہوا کہ جاہل تو جاہل آپ لوگ پڑھے لکھے ہو کر بھی اس طرح کے بیوقوفانہ نظریہ رکھتے ہیں۔!!

خیر میرے اہداف میں سے ایک ہدف یہ بھی ہے کہ پڑھ لکھ پورے عالم کو بتاؤں کہ اسلام تعلیم کے مخالف نہیں ہے اور برقع و نقاب ہماری تعلیم کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے بلکہ ہماری عزت و آبرو کا محافظ ہے۔۔۔

\* میڈیا والے نے حنا اور اس کے گھر والے کا شکریہ ادا کیا اور حنا کو دعائیں دیتے ہوئے ان کے گھر سے روانہ ہو گئے \*

دوسرے روز حنا کے دادا سردار حفیظ الدین صاحب نے پورے گاؤں والوں کو کھانے کی دعوت دی اور بڑے ہی دھوم دھام سے سب کے ساتھ خوشیاں منائی!! اس کے بعد حنا کی اعلیٰ تعلیم کی خاطر یہ فیصلہ کیا کہ حنا کو کہیں بھی ہاسٹل میں تنہا نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ جس شہر میں اس کا داخلہ ہوگا اسی شہر میں اس کے والدین بھی شفٹ ہو جائیں گے اور حنا گھر سے یونیورسٹی جانا آنا کرے گی۔! مشورہ کے بعد یہ طے پایا کہ حنا کے والد اظہر الدین صاحب اپنی فیملی کے ساتھ دہلی شفٹ ہو کر خود تجارت سے جڑ جائیں گے اور حنا جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں داخلہ لے کر روزانہ آمد و رفت کرے گی!!

~~~~~

ادھر ذیشان کے گھر والے بھی پریشان تھے کہ ذیشان کو کس شہر میں داخلہ کرائے۔!

## جاری ہے